ڈاکٹر محمد احمد صدیقی

ابُوالعلاء المعری اور اُس کا فلسفہ

معری کا نسب عرب کے قبیلۂ تنوخ سے ملتا ہے۔ یہ لوگ یمن میں سد مآرب کے جاری ہونے کے بعد چھٹی صدی عیسوی کے درمیان میں ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے آئے تھے۔ معری کا خاندان معرہ میں با اقتدار اور دولتمند اور ذی علم اور صاحب حکومت تھا۔ معری کے دادا کا دادا معرہ اور اس کے بعد حمص کا قاضی ہوا۔ پھر معری کے چچا محمد کو عہدۂ قضا سپرد ہوا۔ پھر معری کے باپ عبداللہ (متوفی ۳۷۷ھ، ۹۸۷ء) عہدۂ قضا پر فائز ہوا۔ اسی طرح معری کی ماں کا خاندان بھی حلب میں جلیل القدر اور مشہور تھا۔ اس خاندان میں بھی بہت سے ذی وجاہت اور ذی علم لوگ مشہور ہوئے۔

معری ابو العلاء احمد بن عبداللہ بن سلیمان بن محمد کی ولادت ۲۷ ربیع الاوّل ۳۶۳ھ بروز جمعہ ہوئی۔ معری صرف ساڑھے تین سال کا تھا کہ مرض چیچک میں وہ مبتلا ہو گیا جس سے اس کی بائیں آنکھ جاتی رہی اور داہنی آنکھ میں سفیدی پھیل گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پورے چھ سال کا بھی نہیں ہوا تھا کہ بینائی سے بالکلیہ محروم ہو گیا۔

معری کا نشوونما معرہ میں ہوا اور وہیں اس نے اپنے باپ سے کسی قدر علم ادب و لغت کی تعلیم پائی۔ اور یحییٰ بن مسعر سے کچھ علم حدیث حاصل کیا۔ معری چودہ سال کا تھا کہ اس کے باپ کی وفات ہو گئی مگر معری برابر طلب علم میں مشغول رہا معرہ میں بھی اور دوسرے علمی مقامات مثلاً انطاکیہ، لاذقیہ اور طرابلس اور حلب میں بھی۔ وہ بیس سال کی عمر میں ۳۸۴ھ (۹۹۴ء) میں حلب سے معری واپس آیا۔ وہاں وہ بطور خود مطالعہ علوم میں مشغول رہنے لگا، اور شعر گوئی کو کمائی کا ذریعہ بنایا۔ اس طریقہ سے اس نے کافی مال حاصل کیا۔ مگر پھر اس نے کمائی کے اس طریقہ کو ناپسند کیا اور اس سے متنفر ہو گیا۔ اب اس نے اپنے شعر کو محدود کر دیا اپنے ادیب بھائیوں اور دوستوں کے خطوط میں یا بعض اقارب کی مرثیہ گوئی میں یا وجدانیاتِ محضہ کے ظاہر کرنے میں۔ معرہ میں ابو العلاء کی زندگی کوئی راحت و آسائش کی زندگی نہ تھی۔ ایک وقف ضرور اس کے پاس تھا۔ جس سے تیس دینار سالانہ اس کو مل جاتے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقف کو حلب کے حاکم نے اس سے ضبط کر لیا۔ اس وجہ سے ابو العلاء ۳۹۹ھ کے تین ماہ گزر جانے پر بغداد پہنچا۔ باوجودیکہ اس زمانے میں معرہ سے بغداد تک سفر کرنے میں عام طور پر ایک ماہ کا زمانہ لگتا تھا۔

خود معری کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغداد میں مستقل اقامت کا اس کا ارادہ تھا۔ وہ اپنے ایک رسالہ میں کہتا ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں نے مال کثیر حاصل کرنے کے لئے سفر کیا نہ زیادہ لوگوں سے ملاقات کے لئے۔ بلکہ میں نے

دارالعلم میں اقامت کو ترجیح دیا تو میں نے بہترین مقام کو پالیا جس میں زمانہ نے مجھے ٹھہرنے کا موقع نہ دیا۔"

اس میں شک نہیں ہے کہ ابوالعلاء سے پہلے اس کی شہرت معرہ سے بغداد پہنچ چکی تھی۔ اس کے بغداد پہنچنے پر اس کی بڑی عزت وقدر ہوئی۔ اس کی ذیرکی اور وسعتِ علم کا سکہ لوگوں کے قلوب میں بیٹھ گیا۔ اس کے گرد طلباء کا ہجوم رہتا تھا۔ جو اس کے علم وفضل وادب سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کی ہم نشینی کو علماء وفضلاء غنیمت جانتے تھے۔ لیکن اس کو ایک ایسی مصیبت پیش آئی جس نے اس کو بغداد چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ شریف رضی نقیب الطالبین کے بھائی شریف مرتضیٰ کے سامنے ایک دن متنبی شاعرِ مشہور کا ذکر ہوا۔ چونکہ شریف مرتضیٰ متنبی کا مخالف تھا، اس نے متنبی کی بُرائی کی اور اس کے عیوب ونقائص ظاہر کرنے لگا۔ لیکن ابوالعلاء متنبی کا طرفدار تھا اور اس کو شعرائے متاخرین میں سب سے بلند پایہ سمجھتا تھا۔ اس سے رہا نہ گیا اور اس نے مرتضیٰ کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر متنبی کا صرف یہ قول ہوتا "لک یا منازل فی القلوب منازل" تو بھی اس کی فضیلت کے ثبوت کے لئے کافی ہوتا۔ یہ سُن کر مرتضیٰ کی آتشِ غضب بھڑک اُٹھی، حکم دیا تو خدام نے اس کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹا اور مجلس سے باہر نکال دیا۔ پھر مرتضیٰ نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ کیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ اس اندھے کا متنبی کے اس قصیدہ کے ذکر سے کیا مقصود تھا۔ حالانکہ ابوالطیب متنبی کے اشعار اس سے بہتر موجود ہیں۔

اس نے متنبی کے اس قول کو جو کہ اس قصیدہ میں ہے قصد کیا تھا:

واذا اتتك مذمتی من ناقص
فهی الشهادة لی بانی کامل

اس حادثہ کے ساتھ دوسرے ایسے اسباب بھی پائے گئے جو بغداد چھوڑنے کے موجب بنے۔ مثلاً بغداد میں احوالِ سیاسیہ واجتماعیہ کی خرابی اور معری کی ماں کے سخت بیمار ہونے کی خبر معلوم ہونا اور حاسد دشمنوں کا معری کی ایذا رسانی کے درپے ہو جانا۔ ان وجوہ سے مجبوراً معری کو بغداد سے الگ ہونا پڑا۔ حالانکہ بغداد میں اس نے فوائد حاصل کئے تھے۔ وہاں کے علماء فضلاء سے علوم حاصل کئے۔ ہندوستانی وفارسی مذاہب کے کچھ معتقدات معلوم کئے متفرق افراد سے بھی اور منظم جماعتوں سے بھی۔ مثلاً جماعت اخوان الصفا سے اور ان مجالس سے جو بغداد میں منعقد ہوتی تھیں جن میں ادباء وعلماء وفقہا شریک ہوتے تھے۔ اور اپنے خیالات وآرا ظاہر کرتے تھے۔

معری نے بغداد سے رمضان ۴۰۰ھ کے عشرہ اخیرہ میں معرہ جانے کے لئے کوچ کیا۔ راستہ ہی میں اسے ماں کی موت کی دردناک خبر معلوم ہوئی جس سے اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور اسی وقت سے اسے دنیا سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ جب معرہ پہنچا تو وہاں کی حالت بہت خراب پائی اور باوجودیکہ اسے بغداد میں سخت صعوبتوں کا سامنا ہوا تھا مگر معرہ کی بدحالی محسوس کر کے اسے بغداد سے چلے آنے پر افسوس ہوا۔ اسی امر کے متعلق معری کہتا ہے:

یالھف نفسی علی انی رجعت الے

ھذا البلاد وقد فارقت بغدادا

"مجھے افسوس ہے کہ میں ان بستیوں کی طرف بغداد چھوڑ کر واپس آیا۔"

اذا رایت امور الا توا فقنی

قلتُ الایاب الے الاوطان اذی ذا

"جب ناموافق امور کو میں دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ وطن میں واپسی سے یہ باتیں پیش آئیں۔"

جب وہ معرہ پہنچا تو ۴۰۰ھ سے وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہوگیا اور صرف درس و تدریس سے تعلق رکھا۔ اس نے گوشت کھانا اور ہر اس چیز کو کھانا چھوڑ دیا جو حیوانات سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً دودھ، انڈا اور شہد۔ اور اس نے حسب بیان اکثر مورخین اپنا نام "رہین المجلسین" رکھا۔ مجلسین سے اس کی مراد گھر اور نابینا ہونا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ مجالس ثلثہ کا رہین تھا۔ اس کا قول ہے:

ارانی فی الثلاثۃ من سجونی

فلا تسأل عن الخبر النبیث

"میرا بُرا حال نہ پوچھو، میں اپنے کو تین قیدخانوں میں پاتا ہوں۔"

لفقدی ناظری ولزوم بیتی

وکون النفس فی الجسد الخبیث

بینائی کا گم ہونا۔ اور خانہ نشینی کا لازم ہونا۔ اور نفس خبیث کا بدن میں ہونا۔

معری کی زندگی کا نصف ثانی معرہ میں اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تحمید میں اور تالیف و تدریس میں گزرا۔ اس کی زندگی کے آخری حصے میں اس کے اور نصر بن ابی عمران، داعی فاطمی بمقام مصر کے درمیان حیوان کے گوشت وغیرہ کے ترک کے بارے میں خط و کتابت ہوئی۔ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ معری نے گوشت کھانا اور جانوروں سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں مثلاً دودھ، انڈا اور شہد کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔

داعی فاطمی مذکور معری سے اس کے متعلق صاف اور صریح جواب کا مطالبہ کرتا تھا۔ لیکن معری گول مول جواب دیتا تھا۔ کبھی اپنی محتاجی کا عذر پیش کرتا۔ کبھی حیوانات پر رحم کرنے کو وجہ بتاتا۔ کبھی اس کے متعلق حکماء متقدمین کے طریقے کے پسندیدہ ہونے کو وجہ ٹھہراتا۔ معری پست قامت، نحیف الجثہ، کمزور جسم کا تھا۔ چیچک کی وجہ سے چہرہ بدنما ہو گیا تھا۔ وہ آخر عمر میں اپاہج ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ مرض الموت میں وہ تین دن بیمار رہا۔ اور بمقام معرہ ربیع الاوّل ۴۴۹ھ کے نصف اوّل میں جمعہ کے دن اس نے عالم فانی سے رحلت کی۔ اس کے جنازہ کے ساتھ اجتماع کثیر تھا۔ کہا جاتا ہے

کہ دو سو تو صرف حفاظ قرآن کریم اس کی قبر پر حاضر ہوئے اور اڑتالیس شاعروں نے اس کا مرثیہ کہا۔

ابو العلاء المعری کے زمانے میں مشرق و مغرب کی حالت

صلیبی لڑائیوں کے چھڑنے سے سوا سو سال پہلے معری کی ولادت ہوئی اور چالیس سال پہلے وفات ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں سیاسی و اجتماعی اضطراب، مشرق و مغرب دونوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کا اثر معری کے کلام میں صاف طور پر پایا جاتا ہے خلیفہ الطائع (۳۶۳ - ۳۸۱ھ) کے زمانے میں آل بویہ کو بڑی قوت حاصل ہوئی اور عضد الدولہ بویہی بغداد پہنچا۔ بویہیوں نے الطائع کو گرفتار کر کے اس کی جگہ القادر کو خلیفہ بنایا۔ اس کی خلافت اکتالیس سال رہی۔ پھر القائم خلیفہ ہوا۔ وہ پینتالیس سال ۴۶۷ھ تک خلیفہ رہا۔ اس زمانے میں درحقیقت اقتدار بنی بویہ کو حاصل تھا خلفاء کا معزول کرنا اور مقرر کرنا انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اپنے دار الحکومت شیراز سے خلافت بغداد کا انتظام کرتے تھے۔ لیکن خلافت کا لقب اور اس کے رسوم اُنھوں نے بغداد کے کمزور خلفاء کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے لئے ایسے جدید القاب تجویز کئے جن سے ان کی قوت و شوکت پر زیادہ دلالت پائی جاتی تھی۔ جب معز الدولہ احمد بن بویہ کا تسلط بغداد پر جمادی الاولےٰ ۳۳۴ھ میں ہوا تو خلیفہ المستکفی اس امر پر مجبور ہوا کہ وہ معز الدولہ کا استقبال کرے اور اس کو امیر الامراء کا لقب عطا کرے۔ معز الدولہ کے بھائی عضد الدولہ کا تو شہنشاہ نام ہوا اور وہ خلافت کے جمیع امتیازات سے بہرہ مند ہوا۔ صرف خلافت کا لقب خلفاء کے لئے مخصوص رہا۔ بویہیوں کا زمانہ اضطراب سیاسی اور فتن دینیہ کے لحاظ سے خصوصاً عراق میں بدترین زمانہ تھا لیکن شان و شوکت، آبادی اور علم و ادب کی ترقی کے لئے مناسب تھا۔ اسی زمانے میں جماعت اخوان الصفاء کا ظہور ہوا۔ مگر معری کی وفات سے دو سال پہلے دولت بویہیہ کا زوال ہوگیا۔ اسکی صورت یہ ہوئی کہ جب بساسیری کے فتنے سے خلیفہ القائم بامر اللہ بہت عاجز و پریشان ہوگیا (بساسیری بویہی لشکر کا ایک امیر تھا) تو اس نے سلجوقیوں کے سردار طغرل بک سے مدد طلب کی۔ طغرل بک نے بغداد پہنچ کر بساسیری کو اور اس کے تابعین کو بغداد سے نکال باہر کیا۔ اب طغرل بک کا اقتدار بغداد میں قائم ہوگیا اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا (۴۴۶ھ)۔ دولت سامانیہ بخارہ اور ماوراء النہر (جیحون) میں اشاعت اسلام اور نشر علوم میں مشغول تھی۔ ان کے یہاں دو ماہر فلسفی طبیب آئے۔ محمد بن زکریا رازی اور الشیخ الرئیس ابن سینا۔ انھیں کے دورِ حکومت میں تاریخ طبری کے ایک حصہ کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ اور غزنہ (افغان) میں دولتِ غزنویہ قائم ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی (۳۸۸ تا ۴۲۱ھ۔ ۹۹۹ تا ۱۰۳۰ء) کو ہندوستان میں فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ علم و ادب کی طرف اس کی توجہ بہت تھی۔ اس کے یہاں ماہر ریاضی ابو ریحان بیرونی اور مشہور فارسی شاعر ابو القاسم فردوسی عظیم الشان ہستیاں تھیں۔

اندلس کی بہار کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ بادِ سموم اس کی سرسبزی کو فنا کر رہی تھی۔ حکم بن عبد الرحمن الناصر (۳۶۶ھ) کی وفات کے بعد طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ فتنوں نے سر اٹھایا۔ چھوٹے چھوٹے سردار تھوڑی زمین میں

اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتے اور اس کے لئے ان فرنگی حکام سے اکثر مدد طلب کرتے جو اندلس سے عربوں کے نکال دینے کے لئے جو کچھ ان کے امکان میں ہوتا وہ سب کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔

جوہر صقلی نے مصر کو فتح کرکے فاطمیین کی حکومت قائم کی۔ پھر وہ حکومت محیط اٹلانٹک سے بحر احمر تک پھر حجاز اور سوریہ اور موصل تک وسیع ہوگئی۔ معری نے چار خلفاء فاطمین کا زمانہ پایا۔

ابو منصور نزار العزیز (۳۶۵ تا ۳۸۶ھ - ۹۷۵ تا ۹۹۶ء) یہ مصر میں پہلا فاطمی خلیفہ ہے۔ (۲) حاکم بامر اللہ (۳) الظاہر (۴) المستنصر (۴۲۷-۴۸۷ھ) حاکم کے زمانے میں سوریہ میں مذہب دروزی پھیلا۔ حاکم بامر اللہ نے ۳۹۶ھ میں دار الحکمۃ مذہب فاطمی کی تعلیم و نشر کے لئے مصر میں قائم کیا۔

اس زمانے میں یورپ میں بھی فتنہ و اضطراب کچھ کم نہ تھا۔ اگر معری نے چار خلفاء قاہرہ کا زمانہ دیکھا۔ تو اس نے روما کے بائیس پوپوں کا زمانہ بھی پایا۔ انگلستان، ڈنمارک، فرانس، اٹلی وغیرہ ممالک یورپ میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ مذہبی اور سیاسی جماعتوں میں جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔

سوریہ ابو العلاء المعری کا وطن بھی اضطراب سے خالی نہ تھا۔ پہلے شمالی سوریہ کے ایک حصّے میں حمدانیوں کی حکومت تھی۔ پھر حکومت مرداسیہ قائم ہوئی۔ یہ حکومت عربی بدوی تھی۔ گو اس کے پہلے بادشاہ اسد الدولہ ابو علی صالح بن مرداس (ت۔ ۴۲۰ھ) کے نزدیک معری کی بڑی قدر تھی۔ مگر معری اس سے خوش نہیں تھا۔ اس کی وجہ آئندہ معلوم ہوگی۔

معری کے عناصر شخصیہ اور خصائص فنیہ

معری ایسے شخص میں عناصر شخصیہ کا اثر عظیم اس کی تفکیر اور آرا کی بنا میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عنصر شخصی بعض لوگوں میں قوی اور بعض لوگوں میں ضعیف ہوتا ہے۔ ہمارے شاعر ابو العلاء میں یہ چیز نہایت قوی اور بخوبی ظاہر ہے۔ یہ معلوم ہے کہ معری پر طرح طرح کی مصیبتیں بچپن سے لے کر آخر عمر تک آتی رہیں۔ اس کی بینائی جاتی رہی۔ وہ جسم کا دُبلا پتلا اور کمزور تھا۔ اس کو ماں باپ کی موت کا صدمہ پہنچا۔ گو ماں کی موت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ مگر ایک اندھے اور کمزور شخص کے لئے جس کو عمر بھر بیوی بچوں سے بھی محرومی رہی۔ یہ حادثہ سخت حوصلہ شکن تھا۔ پھر ایسے شخص کے لئے جیسا مالدار ہونا چاہئے وہ ویسا مالدار کبھی نہیں ہُوا۔ ہمیشہ مال کی کمی رہی۔ ایسی پریشانیوں کی حالت میں اگر تمہیں معری کی لزومیات میں پریشانی اور ناگواری اور بدقسمتی کا گلہ اور تلخ کامی و نامرادی کا بیان اور زمانے کا شکوہ نظر آئے تو کیا عجب ہے اور یہ بھی کوئی نئی بات نہ سمجھی جائیگی کہ معری ہر طرف سے رُخ پھیر کر نقد و تہکم میں لگ جائے اور اصلاح اجتماعی کی کوئی صورت نہ تلاش کرے۔ بلکہ اس کے برعکس ہر ممکن اصلاح سے ہاتھ جھاڑ کر الگ ہو جائے۔ اور اصلاح کے قصد کرنے والوں کی طرف قصور و ضلال کی نسبت کرے۔

۱۔ نابینا ہونا اس کے لئے جانگداز صدمہ تھا۔ کیوں نہ ہوتا؟ اندھے کے لئے دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ حوائج ضروریہ

میں دشواری ہوتی ہے۔ قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔ گو معری اپنی عالی ہمتی سے کہتا ہے:
"میں نابینا ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس طرح اور لوگ بینا ہونے پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں"
ہو سکتا ہے کہ معری کا یہ قول اور اسی طرح اس کے پیش رو اندھے شاعر بشار بن برد کا اسی قسم کا قول محض بہ تکلف بہادری ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ اسی وجہ سے معری کبھی کبھی اس تجلد کے خلاف نابینائی کی شکایت پریشان قلبی کی وجہ سے اپنے اشعار میں کر ڈالتا ہے۔ مثلاً:

وما لی طرف السیر والسری
لانی ضریر لا تضئ لی الطریق
ارانی فی الثلاثۃ من سجونی
فلا تسأل عن النبأ النبیث
لفقدی ناظری ولزوم بیتی
وکون النفس فی الجسد الخبیث

ب۔ معری نابینائی کے باوجود جسم کا کمزور اور لاغر تھا۔ ان باتوں سے معری کی دنیا سے بے رغبتی، لوگوں سے کنارہ کشی اور شادی بیاہ سے اجتناب کی وجہ سمجھی جا سکتی ہے۔

ج۔ معری کے والد کے خاندان کا معرہ میں اور اس کی والدہ کے خاندان کا حلب میں معزز با اقتدار اور دولتمند ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے لیکن خود معری محتاج اور قلیل المال تھا۔ مگر بعض مورخین کی یہ تصریح کہ معری محتاجوں اور پناہ گزینوں کی بہت مدد کرتا تھا، اس کی قلتِ مال کے منافی ہے بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ معری بغداد سے معرہ واپس آیا اور اس کے ماننے والے بہت ہو گئے تو وہ خوش حال ہو گیا۔ لیکن لزومیات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معری بغداد سے واپسی کے بعد بھی مدت مدید تک تنگدستی میں مبتلا رہا۔ مثلاً یہ شعر:

سوّلت لی نفسی وھیہا
ت لقد خاب ذالک التسویل
"میرے نفس نے مجھے بہکایا اور وہ بہکانا کامیاب نہیں ہوا"
واتہامی بالمال کلف ان یط
لب منی ما یقتضی التمویل
"مال کا الزام لگانے سے مجھے یہ تکلیف ہوئی، کہ مجھ سے وہ چیز طلب کی جائے جو مالداری کو چاہتی ہے"
پھر کہا:

و یقول الغواۃ: خوّلك اللّٰہ
وکذبتم لغیر التخویل

"کج رو لوگوں کا کہنا ہے کہ خدا نے تجھے مالدار بنایا ہے، بغیر مالداری کے تم لوگ جھوٹ بولتے ہو۔"

اسی طرح ان خطوط سے جو معری کے اور داعیِ فاطمی کے درمیان آتے جاتے رہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شاعر اپنی محتاجی کی شکایت زندگی کے آخر ایام تک کرتا رہا۔ اور باوجود اس کے حسب تصریح مورخین وہ ہمیشہ سائلین و محتاجین پر مال خرچ کرتا رہا۔ اس لئے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس کا فقر اضافی تھا یعنی اس کے پاس کچھ مال رہتا تھا۔ اور اسی میں سے وہ غربا کی مدد کیا کرتا تھا۔

د۔ دولت حمدانیہ کے ضعیف ہونے پر شمالی سوریہ میں جنگ کی وجہ سے ایسا سیاسی اضطراب ظاہر ہوا کہ معرہ میں بھی اس کا اثر محسوس ہوا۔ اور پریشانیوں میں سب رہنے والے مبتلا ہو گئے۔ ابو العلا بھی ان ہی میں تھا۔

ھ۔ باوجود معری کے عظیم القدر ہونے کے اس کو نابینا ہونے کی وجہ سے معرہ میں بھی اور بغداد میں بھی کئی دفعہ ذلّت و مصیبت سے سابقہ پڑا۔ مثلاً ایک دفعہ شریف مرتضیٰ کی مجلس میں وہ گیا کسی شخص کو اس کا دھکا لگا تو وہ شخص کہہ اٹھا کہ "یہ کتّا کون ہے"

ایک دن معری نے عالم نحوی ابو الحسن الربعی کی مجلس میں جانے کا ارادہ کیا جب اس نے اندر جانے کی اجازت طلب کی تو ابو الحسن نے کہا "اصطبل اندر آجائے" واضح ہو کہ اہلِ شام کی بولی میں اصطبل اندھے کو کہتے ہیں۔ یہ بات بھی ہے کہ معری کے علم و فضل کے درجے کی بلندی کی وجہ سے اس کے بہت سے حساد و اعداء پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے کبھی اس کو زندیق کہا کبھی ملحد ہونے کا حکم لگایا۔ چونکہ وہ حکام دولت اور علماء مذہب اور عامۃ الناس پر بے لاگ تنقید کرتا تھا اس لئے اس کے لئے ایک نئی آفت کا ظہور عجیب چیز نہیں۔ گو صراحتاً اس کو ایذا نہیں پہنچائی گئی۔ یہ تو عناصر سلبیہ ہیں جن سے ابو العلاء کی حکمت جاگزیں ہوئی۔ اب ہم ان عناصر ایجابیہ کا ذکر کرتے ہیں جن کی بدولت اس حکمت کو فروغ ہوا۔

ا۔ اس کا غیر معمولی حافظہ۔ نہ تو تاریخ عرب میں اور نہ میرے علم میں تاریخ غیر عرب میں بھی کوئی شخص ایسا ہے جو قوت حافظہ میں معری کا مثل ہو۔ لوگ تو اس کے متعلق ایسے عجیب و غریب امور بیان کرتے ہیں جو بالکل گپ معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال ہمیں تو یہ بیان کرنا ہے کہ معری نے اس زبردست حافظہ کی بدولت لغت عربیہ کا بہت بڑا حصّہ اپنے قابو میں کر لیا اور اس کو اس نے اپنے اسجاع و قوافی اور خطوط و اشعار و رسائل میں استعمال کیا علاوہ اس کے وہ اس پر بھی قادر ہوا کہ وہ بکثرت اخبار و اشعار اور معارف کو محفوظ کرلے اور ان کو اپنی کتابوں میں درج کرلے یا ان پر اپنی رائے کو مبنی کرلے۔

ب۔ اسمیں تحلیل عقلی کی قوت۔ معری کا حافظہ صرف حفظ کا کام نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس میں نقد کی قوت بھی بہت

تھی۔ وہ اپنی محفوظات میں توازن کی قوت بھی رکھتا تھا۔ قوت و ضعف کے موضوع کو دیکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جو اپنے والدین اور اساتذہ سے کسی زمانے میں حاصل کیا تھا۔ یا جو اتفاقاً اس کے ذہن میں آجاتا یا جسے وہ خود خیال کر کے ذہن میں قائم کرتا۔ ان سب میں توازن کر سکتا تھا اور قوت و ضعف کو سمجھ سکتا تھا۔ تحلیل عقلی کی قوت معری کی ایک امتیازی خصوصیت تھی۔

ج۔ اس کی جرأت۔ معری اپنی رائے کے ظاہر کرنے میں جری تھا خصوصاً لزومیات میں تو بعض لوگوں کی اہانت اور بعض معتقدات پر تہکم تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور وہ ان چیزوں میں شدّت اور تحاذ کو زٹل باتیں نہیں سمجھتا تھا۔ وہ باوجود اس کے تقیہ فکریہ کی طرف بسا اوقات مائل ہوگیا۔ اور اپنی بعض آراء کو ظاہر نہیں کیا۔

د۔ اس کی غیرت۔ معری بہت باغیرت اور ارادہ کا پکا تھا۔ اپنے نفس کو بے عزتی اور ذلّت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے کبھی کسی کے عطیہ کو قبول نہیں کیا۔ (سوا اس مال کے جسے اس نے ابتداء حال میں شعرگوئی سے کمایا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے) جس امر کو اس نے حق سمجھا اس میں پختہ رہا۔ مثلاً عقل کا تابع ہونا۔ عادتاً لوگ جن چیزوں کے سامنے مذہبی لوگوں کے اثر سے یا سوسائٹی یا حکومت کے دباؤ سے جھک جاتے ہیں۔ اس کو ان چیزوں کے قبول کرنے سے انکار تھا۔

۵۔ اس کے علوم۔ شروع میں بیس سال کی عمر تک تو اس نے وہ علوم حاصل کئے جنھیں اس نے اپنے باپ سے اور اپنے استادوں سے سیکھا تھا۔ وہ لغت اور ادب اور فقہ کے علوم تھے۔ اس کے بعد اس نے بطور خود وہ علوم حاصل کئے جو اس کے زمانے میں رائج تھے۔ اس نے مذاہب اسلامیہ اور غیر اسلامیہ کے اور علم کلام کے معتقدات و دلائل سے واقفیت پیدا کی اور ان علوم عقلیہ سے بھی جو اس کے زمانے میں عربی زبان میں منتقل ہو چکے تھے۔ بعض لوگوں کا یہ قول بالکل غلط ہے کہ معری نے بعض علوم ایک مسیحی راہب سے مقام لاذقیہ میں سیکھے تھے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معری زندیق تھا یا متقی بعض لوگ اسے زندیق سمجھتے ہیں۔ زندقہ ہے انسان کا فروض دینیہ سے استہزا اور ان کے ترک کو پسند کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ معری نے فروض شکلیہ کا خواہ وہ اسلام سے وابستہ ہوں یا دوسرے دینوں سے سختی سے مقابلہ کیا ہے۔ جب یہ بات ہے تو زندقہ کے علاوہ یا اس سے بھی سخت کوئی صفت اس کی طرف منسوب ہونی چاہئے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے اسے کافر یا ملحد قرار دیا ہے۔ اس امر کے تصفیہ کے لئے ہمیں یہ غور کرنا چاہیئے کہ اس کا تقویٰ کس درجہ کا تھا۔ اور وہ اپنے دینی فرائض کے ادا کرنے میں کیا نظریہ رکھتا تھا۔ نظر غائر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیشک معری میں دینی خشوع و خضوع پورے طور پر پایا جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو اس کا کلام:

ردّدت الی ملیک الناس امری
فلم اسأل متی یقع الکسوف

میں نے اپنے امر کو اللہ کے سپرد کر دیا، میں نے یہ سوال نہیں کیا کہ کب گرہن واقع ہوگا۔

فکم سلم الجھول من المنایا
وعوجل بالحمام الفیلسوف

بہت سے نادان (جلد آنے والی) موت سے بچ جاتے ہیں اور فلسفی کو جلد موت آجاتی ہے۔

رب الفنی حسرة الندامته فی اللہ
عقبیٰ فانی محالف الندام

اے میرے پروردگار پشیمانی کی حسرت کو آخرت میں میرے لئے کافی بنادے میں ہمیشہ پشیمان رہتا ہوں۔

معری نماز کا پابند تھا۔ ہاں اس پر نماز جمعہ میں حاضر نہ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ معری کا یہ قصور قابلِ عفو ہے۔ اس لئے کہ اندھے آدمی کے لئے جبکہ مسجد جامع میں اس کے لئے آنا مشکل ہو صحیح عذر ہے۔ معری کہتا ہے:

الحمد للہ قد اصبحت فی دعة
ارضی القلیل ولا اھتم بالقوت

خدا کا شکر ہے کہ میں آرام میں ہوں، تھوڑے مال پر قانع ہوں، روزی کے لئے فکر نہیں کرتا۔

ومشاھدٌ خالقی ان الصلوٰة لہ
اجلّ عندی من دری ویاقوتی

میرا پیدا کرنے والا شاہد ہے کہ اس کے لئے نماز پڑھنا میرے لئے موتی اور یاقوت سے زیادہ قیمتی ہے۔

یقولون: ھل تشھد الجمیع التی
رجوتا بھا عفوا من اللہ او قربا

لوگ کہتے ہیں کہ تو جمعہ کی نماز میں کیوں نہیں آتا جس سے کہ ہمیں اللہ سے معافی اور قرب کی امید ہے۔

وھل لی خیرٌ فی الحضور وانما
ازاحم من اخیارھم ابلا جرُبا

(میں کہتا ہوں) کہ جمعہ میں میرے حاضر ہونے سے کیا فائدہ ہے جبکہ میں اچھے لوگوں میں ایک خارشتی اونٹ (اپنے) کو بھڑا دوں۔

اور معری رمضان میں روزہ بھی رکھتا تھا۔ کیونکہ معری کے زیادہ ایام بحالت صیام گذرتے۔ معری کا قول ہے:

اعیش بافطار وصوم ویقظة
ولوم فلا صوماً حمدت ولا فطرا

میں زندگی بسر کرتا ہوں، افطار اور صوم اور بیداری اور سونے کے ساتھ۔ پس روزہ ہی تعریف کے قابل رکھتا ہوں، نہ افطار ہی خوبی کے ساتھ کرتا ہوں۔

معری جس طرح جمعہ وجماعت کی حاضری سے معذور تھا، اسی طرح حج نہ کرنے میں بھی مجبور تھا۔ کیونکہ وہ بوجہ عدم استطاعت مالی وجسمانی کے اس سے عاجز تھا۔ اس لئے حج اس پر فرض نہ تھا۔ وہ کہتا ہے:

ولم اقض فرضاً فی منی وبلادها
وکم عاجز قد زارها متنفلا

میں نے فریضہ حج منیٰ میں اور اس کی بستیوں میں ادا نہ کیا، حالانکہ بہت سے عاجزوں نے بھی نفل حج ادا کیا

معری پر زکوٰۃ بھی فرض نہ تھی اس لئے کہ وہ مالک نصاب نہ تھا مگر وہ صدقہ نافلہ حتی الامکان اصحاب حاجت پر کیا کرتا تھا۔ رہا ارتکاب معاصی، تو ظاہر یہی ہے کہ وہ معاصی سے احتراز کرتا تھا۔ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ عورتوں سے اس نے حلال طریقہ پر بھی تعلق نہیں رکھا، حرام کا تو کیا ذکر۔ اپنی زندگی میں اس نے کسی کو ضرر نہیں پہنچایا۔ ہاں دوسروں سے وہ ضرر برداشت کر لیتا تھا۔ اپنی جان اور مال سے مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا۔ دنیوی تلوث سے وہ متنفر تھا۔ ان سب امور مذکورہ پر اس کے لزومیات سے بکثرت شواہد مل سکتے ہیں۔

ان امور پر نظر کر کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو العلاء المعری متقی تھا۔ واللہ اعلم

معری کے خصائص عامہ اس کے خصائص عامہ اس کے کثرت معلومات اور عظیم علم و ذکا کی وجہ سے بہت ہیں۔ مثلاً:

۱۔ لغت پر قدرت۔ یہ اس کی خصوصیت ان بے شمار مفردات میں ظاہر ہوتی ہے جنھیں وہ اپنے کلام میں استعمال کرتا ہے اور الفاظ غریبہ اور صیغ نادرہ میں اور ان الفاظ فنیہ میں ظاہر ہوتی ہے جنھیں وہ اپنے اشعار میں مناسب مواقع میں رکھتا ہے۔ مثلاً اسمائے حیوانات و نباتات اور فلکیات کے اسماء اور الفاظ جغرافیہ مثلاً اسماء اماکن و قبائل اور کنیتیں اور اشخاص کے نام اور بعض عجمی الفاظ علم ہوں یا غیر علم۔ اس کا قول ہے:

کلملیك المذکرات عبید
وکذاك المؤنثات اماء

سب مرد اللہ کے بندے اور عورتیں لونڈیاں ہیں۔

فالهلال المنیف والبدر والفر
قد والصبح والثری والماء

(اللہ ہی کے ہیں)، ہلال بلند اور بدر اور فرقد (نام ستارہ) اور صبح اور مٹی اور پانی۔

والثریا والشمس والنار والنث
رة والارض والضحیٰ والسماء

اور ثریا اور آفتاب اور آگ اور نثرہ (نام ستارہ) اور زمین اور چاشت کا وقت اور آسمان۔

۲۔فنونِ بلاغت میں اس کا تصرف۔معری صناعاتِ لفظیہ طباق اور توریہ و تسجیع میں تکلف کا مرتکب ہوتا ہے۔معری کی ترکیب محکم اور عمدہ ہوتی ہے۔کیوں نہ ہو وہ لغوی ادیب عالم ہے۔ہاں تکلف کی وجہ سے اس کی ترکیب کبھی کبھی کمزور ہو جاتی ہے۔اور فہم مراد میں دقت ہو جاتی ہے۔کیونکہ ادیب جب لفظی تکلف کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو معانی کے بعض حقوق ادا کرنے سے وہ قاصر رہتا ہے۔

۳۔معری کی وسعت معلومات۔حقیقت میں لزومیات نحو اور ادب، تاریخ و ایام عرب اور مقدمین کے اخبار قرآن و حدیث و فقہ اور تمام علوم عربیہ اور علوم طبعی و فلسفہ کے بہت سے فنون کا مختصر انسائیکلو پیڈیا دائرۃ المعارف ہے۔اس میں شک نہیں کہ معری نے ان اشیائے مذکورہ کو جمع کیا اور یہ چیزیں اس زمانے میں جس طرح رائج تھیں اس طرح اس کو سمجھا پھر ان پر بحث کی اور عاقلانہ طریقہ پر ان کی تنقید کی۔ان سب امور کی تفصیل اور ان پر استشہاد کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں ہے۔من شاء الاطلاع علیھا فلیراجع الی مولفاتہ سقط الزند و رسالۃ الغفران واللزومیات۔

۴۔تہکم اور نقد۔معری تہکم اور نقد پر قدرت رکھتا تھا اور اس صفت کے لحاظ سے بہ نسبت فلسفی ہونے کے اس کا ادیب ہونا زیادہ ظاہر ہوتا ہے معری کا تہکم زیادہ تر عادات حاکمانہ اور عقائد موروثہ اور سیاسی لیڈروں کے متعلق ہے۔اہلِ شریعت بھی اس کے تہکم سے نہیں بچے۔معری کا قول ہے

یارب اخرجنی الی دار الرضی
عجلا فھذا عالم منکوس

اے میرے پروردگار مجھ کو دار رضا (جنت) کی طرف جلد نکال۔یہ (دنیا) تو اندھی ہے۔

یبغون بالخسر الرباح وبالاذی
حسن الثواب وکلھم موکوس

لوگ خسارہ کے بدلے میں نفع تلاش کرتے ہیں۔اور تکلیف پہنچا کر اچھا ثواب۔یہ سب کے سب نقصان میں ہیں۔

واری ملوک لا تحوط رعیۃ
فعلام تؤخذ جزیہ ومکوس

میں بادشاہوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ رعایا کی حفاظت نہیں کرتے پھر کس بنا پر جزیہ اور ٹیکس لیتے ہیں۔

قالوا فلان جید لصدیقه
لا یکذبوا ما فی البریة جید

لوگوں نے کہا کہ فلاں اپنے دوست کے لئے مخلص ہے وہ جھوٹ نہ بولیں، دنیا میں کوئی بھی مخلص نہیں ہے۔

فأمیرهم نال الامارة بالخنا
وتقیهم بصلاته متصید

امیر نے تو حکومت ظلم سے حاصل کی اور (ظاہری) پرہیزگار اپنی نماز سے شکار حاصل کرنے والا ہے۔

کن من تشاء مهجنا خالصاً
فاذا رزقت غنی فانت السید

تم چاہے کچھ ہو، دوغلے ہو یا خالص، جب تمہیں دولت مندی مل گئی تو تم سید ہو۔

معری کا تہکم از قبیل ہزلیات نہیں ہے بلکہ وہ تلخ حقیقت ہے جو شعر کے سانچہ میں ڈھال دی گئی ہے۔ معری کی قدرت نقد پر بہ نسبت تہکم کے زیادہ فلسفیانہ ہے۔ وہ فلسفیوں کے اوہام کو اور متکلمین کے خلافیات کو عقل کی کسوٹی پر جانچتا ہے۔ واقعات کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تہکم اور نقد میں یہ فرق ہے کہ تہکم عادتاً ہزل واستخفاف پر منتج ہوتا ہے بخلاف نقد کے کہ اس کی غایت اظہار حقیقت ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کبھی نقد میں کچھ تہکم کا رنگ بھی آجاتا ہے۔ جیساکہ معری کے یہاں یہ بات بہت ہے۔ ہندوستانی شعراء میں اکبر الہ آبادی مرحوم کے کلام میں بھی یہ رنگ غالب ہے۔

معری کہتا ہے:

ان کان من فعل الکبائر مجبراً
فعقابه ظلم علی ما یفعل

کبائر کا مرتکب اگر مجبور محض ہے، تو اس کے فعل پر اس کا معذب ہونا ظلم ہے۔

تاریخِ فلسفہ میں معری کا کیا درجہ ہے

ابو العلاء المعری کو فلسفی کہہ دینا اسی طرح ممکن ہے جس طرح سوفسطائیوں کو اور خود سقراط کو فلسفی کہا جاتا ہے۔ یہ تو ناانصافی ہے کہ ہم معری کو افلاطون وارسطو یا ابن رشد اور کانٹ کے درجے کا فلسفی قرار دیں۔ لیکن انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم اس کو سقراط اور سینٹ اغسطینوس اور غزالی اور توما الاکوینی وشوپنہار کے درجے میں فلسفی مانیں اور جبکہ یونانی فلسفہ کی پرانی کتابیں بہت سی نظم میں تھیں تو ہمیں حق ہے کہ ہم معری کی لزومیات کو فلسفہ کی کتاب کہیں۔

معری نے فلسفہ اسلامیہ (جو کہ اس کے زمانے میں رائج تھا) میں نقد وتبصرہ جاری کیا اور اس کی صحیح اور غیر صحیح رایوں سے افکار کو خبردار کیا۔ اس کی جرأت وحیرت اس معاملہ میں بہت زیادہ تھی۔ وہ حکم عقل کے مقابلے میں کسی لئے

کی پیروی نہ کرتا تھا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس امر میں وہ سینٹ اغطینوس اور توما الاکوینی سے بدرجہا بڑھا ہؤا ہے۔ معری اپنے تفکر میں واقعات پر نظر رکھتا تھا۔ خیال و وہم کی طرف مائل نہ ہوتا تھا۔ بعض لوگوں نے معری کے ساتھ بے انصافی کی ہے کہ اس کی رائیں سلبی تھیں۔ بعض عادات پر اس نے تنقید کی۔ لیکن ان کے اصلاح کی طرف توجہ نہ کی۔ حالانکہ وہ چند امور میں ایجابی تھا اور بہت سے امور میں لاادریہ تھا۔ عورت کے بارے میں اس نے صاف ایجابی رائے ظاہر کی ہے۔ گو وہ رائے غلط ہے۔ اخلاق کے متعلق اس کی رائے کھلی ہوئی ایجابی ہے۔ دین میں اس کی رائے عملی تھی۔ یعنی وہ عملِ صالح کو اور اعتقاد صحیح کو اور حسن معاملہ کو عبادات شکلیہ اور نزاعات فقہیہ پر ترجیح دیتا تھا۔ زندگی کے متعلق وہ بلاتردد ترک ازدواج اور ترک نسل اور ترک ایذا حیوانات اور زہد خشک کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اور معری نے جب بشر کی حالت میں غور کیا اور تاریخی واقعات کی چھان بین کی تو اس نے بشری طبیعت پر فاسد ہونے کا حکم لگا دیا اور اصلاح بشر سے ہاتھ جھاڑ کر الگ ہو گیا۔ کیونکہ جب اس نے دیکھا کہ تمام مصلحین اصلاح نہ کر سکے تو وہ اصلاح سے مایوس ہو گیا۔

معری ہر امر میں اتباع عقل کی طرف ترغیب دیتا ہے اور صرف عقل کو ہادی اور باقی طریقوں کو ضلالت قرار دیتا ہے۔ مگر ماورائیات میں (یعنی ان امور میں جو ماوراء الطبیعۃ سے تعلق رکھتے ہیں) وہ ان کی حقیقت تک پہونچنے سے اپنا عاجز ہونا بیان کرتا ہے اور اس کو دوسروں کے لئے ناممکن بتاتا ہے اور ماورائیات میں فلسفیوں کی رائیں ظاہر کر کے ان کے خیالات میں تناقض بیان کرتا ہے۔ حقائق امور ماورائیہ کے جاننے کو محال سمجھنا صرف معری کا قول نہیں ہے۔ فیلسوف بروتاغوراس (ت ۴۱۱ ق م) اس کا قائل تھا۔ اور معری کے بعد ابن رشد اور کانٹ وغیرہ بھی اس امر کے قائل ہوئے اور اگر کوئی شخص مذاہب لاادریین و طبعیین اور مرجیہ عقلیں متقدمین و متاخرین سے واقفیت حاصل کر لے تو جان لے کہ معری کا اس امر کو ناممکن جاننا ہی صحیح رائے اور صحیح فلسفہ ہے۔

معری کے فلسفہ کا ماخذ امور ذیل ہیں۔ اس کے عناصر شخصیہ اور خصائص نفیہ۔ اس کے زمانے کے احوال و انقلابات۔ تاریخ عربی و ادب عربی۔ اسلام۔ مذاہب کلامیہ اور مذاہب فقہیہ۔ غیر اسلامی مذاہب مثلاً یہودیہ نصرانیہ مجوسیہ، صابئیہ۔ مذاہب فلسفیہ مثلاً اشراقین مشائین۔ سفسطائین وغیرہ۔ ان چیزوں کا علم اسے مطالعہ سے اور ان کے باہمی مجادلات سے جو اس زمانے میں سوریہ میں پھیلے ہوئے تھے حاصل ہؤا۔ وہ مشرقی مذاہب جو تفلسف اور تدین سے ممزوج تھے۔ مثلاً بوذیہ (بدھ مت) اور تناسخیہ وغیرہ۔ ان امور سے بغداد میں واقفیت حاصل ہوئی کیونکہ اس زمانے میں بغداد میں ان مذاہب کے علماء کی آمد و رفت تھی۔

مذاہبِ باطنیہ۔ ان میں سے بعض کو بغداد میں جانا۔ جیسے مذہب جماعۃ اخوان الصفاء اور بعض کو معرہ میں واپسی کے بعد۔ جیسے مذاہبِ فاطمی جس کی ایک شاخ مذاہب دروزی ہے۔ اور حشاشین کا مذہب اور فرقہ نصیریہ کا

مذہب۔ اس کے زمانے میں یہ مذاہب بہت پھیلے ہوئے تھے اور سوسائٹی پر ان مذاہب کا اثر ظاہر تھا۔ معریؔ کی کتابوں میں ان مذاہب کا ذکر کم وبیش آتا ہے۔

معری کے فلسفہ کا بیان بطریقِ اختصار

معری نے نہ کوئی نیا فلسفی مذہب ایجاد کیا ہے۔ نہ اس کا قصد اس نے کبھی کیا۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کسی فلسفی مذہب کو پورے طور پر اختیار کیا اور نہ یہ کہ وہ کسی دینی مذہب کا پورا پیرو ہوا ہے۔ بلکہ جس مذہب کی جو بات اسے پسند آتی اسے تسلیم کر لیتا۔ زندگی کے مختلف ادوار میں اس کے خیالات میں بھی تنوع ہوتا رہا۔ اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ غور و فکر، نیز زمانے کے انقلابات اور عمر کے مقتضیات سے خیالات میں تغیر رونما ہوتا ہی رہتا ہے بعض لوگ لزومیات میں مختلف قسم کے خیالات و معتقدات کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ معری متردد اور متشکک تھا۔ حالانکہ پہلے اس میں غور کرنا چاہیئے کہ لزومیات کی جو موجودہ ترتیب ہے کیا اسی ترتیب سے معری نے اشعار کہے ہیں یا حسب حاجت شعر کہہ دیا۔ پھر جمع کی ترتیب حروف روی کے مطابق کی گئی۔

اس امر پر متعدد قرائن قائم ہیں کہ لزومیات کی موجودہ ترتیب بعد کو ہوئی پہلے اشعار مناسب موقع پر کہہ دیئے جاتے تھے۔ کل اشعار دو چار ماہ یا دو چار سال میں نہیں کہے گئے۔ بلکہ بہت زمانے میں، معری کی نوجوانی سے بڑھاپے تک میں کہے گئے۔ قرائن حسب ذیل ہیں:-

(۱) اشاراتِ تاریخیہ مثلاً ایک تاریخی مشہور واقعہ صالح بن مرداس حاکم حلب کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ معرہ کی رہنے والی ایک نوجوان کنواری عورت شراب کی ایک دکان کی طرف گذری۔ اس دکان کے بعض لوگوں نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی۔ اور زبردستی اس پر غالب آ گئے۔ جمعہ کے دن وہ عورت معرہ کی جامع مسجد میں آئی اور نمازیوں سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ ان لوگوں نے جوشِ غضب میں اس دکان کو جا کر ڈھا ڈالا۔ معری اس کے متعلق کہتا ہے

اتت جامع یوم العروبۃ جامعًا

تقص علی الشہاد بالمصر امرہا

جامع (غالباً اس عورت کا نام) جمعہ کے دن جامع مسجد میں آئی۔ حاضرین کے سامنے اپنا واقعہ بیان کرنے لگی۔

فلو لم یقوموا ناصرین لصوتہا

لخلت سماء اللہ تمطر جمرہا

اب اگر لوگ اس کی فریاد پر اس کی مدد نہ کریں گے تو میرا خیال ہے کہ آسمان سے انگارے برسیں گے۔

فہدوا ابناء کان یادی فناءہ

فواجر الفت للفواحش خمرہا

اس لئے تم لوگ اس عمارت کو ڈھا دو جس کے صحن میں بدکار عورتیں بے حیائی کے لئے اپنے دوپٹے پھینک دیتی ہیں۔

وما العيش الا لجة باطلية
ومن بلغ الخمسين جاوز عمرها

زندگی کیا ہے ایک فنا ہونے والا گہرا سمندر ہے اور جو پچاس سال کی عمر کو پہنچ گیا وہ اس کی گہرائی کو پار کر گیا۔

واقعہ مذکورہ ۴۱۸ھ میں رونما ہوا تھا۔ اس وقت معری کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ صالح بن مرداس کا ایک رومی وزیر تھیودور نامی تھا۔ وہ اہل معرہ پر یہ اتہام لگاتا تھا کہ ان لوگوں نے اس کے خسر کو قتل کر ڈالا تھا۔ جب اہل معرہ نے بدکاری کے گھر کو منہدم کر دیا تو تھیودور کو انتقامی جذبہ میں اس پر امادہ کیا گیا کہ وہ صالح کو اہل معرہ کے خلاف ابھارے صالح نے تھیودور کی باتوں پر اعتماد کرکے معرہ والوں پر تعزیری ٹیکس عائد کر دیا۔ اور ایک فوج کو معرہ کے منہدم کرنے کے لئے مقرر کر دیا۔ اہل معرہ بحالت پریشانی اپنے شاعر ابوالعلاء المعری کے پاس آئے اور اس کو سفارش کے لئے صالح کے یہاں بھیجا۔ صالح نے ابوالعلاء کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس کی سفارش سے معرہ کے منہدم کرنے سے باز آیا۔ لیکن ٹیکس نہ معاف کیا۔ اس سے معری صالح سے ناخوش ہو گیا۔ معری کہتا ہے۔

بُعثتُ شفيعاً الى صالح
وذاك من القوم رای فسد

میں سفارشی بنا کر صالح کے پاس بھیجا گیا۔ مگر یہ رائے قوم کی غلط تھی۔

نجّى المعاشر من براثن صالح
رب يفرج كل امر معضل

صالح کے چنگل سے جماعتوں کو اس پروردگار نے نجات عطا فرمائی جو ہر مشکل امر کو حل کرتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ معری نے یہ اشعار ایک ہی وقت میں یا اوقات متقاربہ میں کہے ہیں۔ کیونکہ ان اشعار کا تعلق واقعہ مذکورہ سے ہے۔ لیکن لزومیات مطبوعہ موجودہ میں ان اشعار میں ہزاروں اشعار حائل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اشعار حسب موقع کہے گئے۔ اور موجودہ ترتیب حروف روی کے اعتبار سے بعد کو قائم کی گئی۔

(۲) لزومیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے کسی شعر میں اپنی عمر پچاس سال بتائی ہے۔ اور اس کے بعد والے شعر میں چالیس سال بتائی ہے۔ اسی طرح موجودہ ترتیب کے اعتبار سے مقدم شعر میں اپنی کہولت کا ذکر کیا ہے اور موخر شعر میں اپنے شباب کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شعر کہنے کی اور جمع کی ترتیب اور ہے۔

(۳) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعار جو ترتیب موجودہ میں مقدم ہیں ان سے شاعر کی پختگی ظاہر ہوتی ہے جو اس امر پر دال ہے کہ شاعر نے ان اشعار کو سن رسیدہ ہونے پر کہے ہیں۔ کیونکہ زیادہ عمر ہونے پر تجربہ کاری اور رائے کی پختگی عموماً حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اشعار جو ترتیب میں موخر ہیں وہ بتلاتے ہیں کہ یہ عمر کی پختگی سے پہلے کہے گئے ہیں۔ اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ بعض لوگوں کا یہ اعتراض ساقط ہے کہ معری کے کلام میں تناقض و تردد ہے۔ مثلاً وہ اپنے اس قول میں نسل کے باقی رکھنے کی ترغیب دیتا ہے

والنسل افضل مافعلت بہا

واذا سعیت بہا فعن عقل

تمہارے کاموں میں سب سے بہتر کام نسل کا بڑھانا ہے۔ اور اس کے لئے دنیا میں تمہاری کوشش عقل کا مقتضا ہے۔

ایک دوسرے قول میں قطع نسل پر زور دیتا ہے۔ کہتا ہے

اری النسل ذنبا للفتی لایقاله

فلا تنکحن الدھر غیر عقیم

میں نسل کے بڑھانے کو انسان کا ناقابل معافی گناہ سمجھتا ہوں۔ پس تو ہرگز سوا بانجھ عورت کے عمر بھر کسی سے نکاح نہ کرنا۔

یہ اعتراض اس لئے ساقط ہے کہ جیسا کہ بیان ہو چکا، معری کی رایوں میں مختلف زمانوں میں تغیر ہوتا رہا جیسا کہ تمام مغربی و مشرقی فلسفیوں کی رایوں میں ہمیشہ تغیر ہوتا رہا۔ اس لئے یہ تناقض نہیں ہے۔ معری کا فلسفہ امور ذیل پر مشتمل ہے

(۱) **معری کا تقیہ فکریہ** ۔ معری اپنی سب رایوں کو صراحتہً ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے وہ اپنے بہت سے اعتقادات کو پوشیدہ رکھتا ہے، یا رمز و کنایہ یا تلمیح کے طریق پر ذکر کرتا ہے تاکہ عامۃ الناس نہ سمجھ سکیں کیونکہ اسے وہ اپنے لئے بھی اور لوگوں کے لئے بھی مضر سمجھتا ہے۔ اسی تقیہ فکریہ کی وہ دوسروں کو بھی ترغیب دیتا ہے:

اھوی الحیاۃ وحسبی من مصائبہا

انی اعیش بمداجۃ وتدلیس

میں زندگی کی ہوس کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کی مصیبتوں میں سے یہ مصیبت میرے لئے کافی ہے کہ میں مکاری اور ملمع سازی کی زندگی بسر کرتا ہوں

فاکتم حدیثک لایشعر بہ احد

من رھط جبریل او من رھط ابلیس

تو اپنی بات چھپا اسے کوئی نہ جانے، نہ جبریل کی جماعت میں سے نہ ابلیس کی جماعت میں سے (یعنی فرشتوں اور جنوں کو بھی نہ معلوم ہو سکے)

(۲) معری کی لاادریت اور شک ۔ معری کا اعتقاد ہے کہ امور کی ماہیات ہمارے ادراک سے محجوب ہیں اور دوسروں کے متعلق بھی وہ اسی کا قائل ہے

وما يدري الفتى والظن جهل

وقضية المليك مغيبات

انسان نہیں جانتا اور گمان کرنا تو نادانی ہے ۔ خدا کے فیصلے تو پوشیدہ ہیں ۔

(۳) اتباعِ عقل ۔ معری باوجودیکہ معرفت حقیقیہ سے انسان کو عاجز سمجھتا ہے، اس کا قائل ہے کہ انسان کو ہر فعل میں عقل کی اتباع ضروری ہے ۔ تقلید سے اجتناب لازم ہے :

فلا تقبلن ما يخبرونك ضلة

اذا لم يولد ما الوك به العقل

لوگ جو اپنی بے وقوفی سے تمہیں خبر سناتے ہیں جب تک عقل اس کی تائید نہ کرے اسے قبول نہ کرو ۔

(۴) تشاؤم ۔ بداندیشی اور بد شگونی کا معری کے لزومات میں غالب ہونا زیادہ ظاہر ہے ۔ اور تشاؤم بہ نظر تحقیق فلسفہ میں سے نہیں ہے بلکہ وہ زندگی سے مایوسی اور ناامیدی ہے اور کسی شخص کا عادتاً اچھا شگون کرنا یا بُرا شگون کرنا نہ نظریاتی بنیادوں پر اور نہ مذہب فلسفی پر مبنی ہے بلکہ اسی نفسی خیالات پر مبنی ہے جو اس کی حیات عملیہ اور عامہ و خاصہ میں اسے پیش آتے ہیں اور انسان انہی دونوں حال یعنی تشاؤم و تفاؤل میں اپنی زندگی کے حالات مثلاً محتاجی یا دولت مندی اور تندرستی یا بیماری اور کامیابی یا ناکامی کے ساتھ متاثر ہوتا ہے اور انسان کو تشاؤم و تفاؤل کی طرف پھیر دینے میں انسان کے مزاج کو خاصہ دخل حاصل ہے ۔

اور تشاؤم فلسفہ شرقیہ میں اور بالخصوص بدھ مت کے فلسفہ میں بکثرت پایا جاتا ہے ۔ لیکن یورپ کے فلسفہ جدیدہ میں وہ بہت ہی نادر الوجود ہے ۔ جیسا کہ شوپنہار کے نزدیک ہے ۔ مثلاً معری کی تو یہ حالت ہے کہ وہ تشاؤم میں حد اعتدال سے متجاوز ہے اس کو زندگی میں صرف سیاہ رخ نظر آتا ہے ۔ یہاں تک کہ اگر بالفرض اس کے سامنے سفید رخ پیش کیا جاتا تو اس سے وہ منہ پھیر لیتا۔ اس کے شعر مندرجہ ذیل میں ان باتوں پر غور کرو

عرفت سجايا الدهر اما شروره

فنقد واما خيره فوعود !

میں نے زمانے کے ڈھنگوں کو پہچان لیا اس کی خرابیاں تو نقد ہی نقد ہیں۔ اور اچھائیاں صرف وعدے ہیں۔

اذا کانت الدنیا کذاك فخلها
ولو ان کل الطالعات سعود

جب دنیا ایسی ہے تو چھوڑ دے، اگرچہ کل ستارے سعد (مبارک) ہوں۔

رقدنا ولم نملك رقادا عن الاذی
وقامت بما خضنا ونحن قعود

ہم نے سونا چاہا لیکن تکلیف سے نہ سو سکے۔ اور اس نے وہ چیز پیدا کر دی جس سے ہم بیٹھے بیٹھے ڈوب گئے

فلا یرهبن الموت من ظل راکبا
فحدا ازا فی التراب صعود

جو سواری پر سوار ہو وہ ہرگز موت سے نہ ڈرے۔ اس لئے کہ مٹی میں نیچے اتر جانا (یعنی مرنے کے بعد قبر میں دفن ہونا) یہ در حقیقت بلند ہونا ہے۔ (کیونکہ دنیا کی ذلتوں سے نجات ملے گی)۔

وکم انذرتنا بالسیول صواعق
وکم خبرتنا بالغمام رعود

اور بھنیرا بجلی کی کڑک نے ہمیں سیلاب سے ڈرایا اور ابرکی گرج نے اکثر ابر کی ہمیں خبر دی ہے لیکن جب وہ نظر پھیرتا ہے تو کسی چیز میں بھی اس کو سوا خرابی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ خود زندگی میں بھی اس کو خرابی ہی خرابی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

غلت الشرور ولو عقلنا صیرت
دیة القتیل کرامة للقاتل

برائیاں بڑھ گئی ہیں اور اگر ہمیں عقل ہوتی تو مقتول کی دیت کے بجائے قاتل کے لئے انعام مقرر کیا جاتا۔

وردت الی دار المصائب مجبراً
واصبحت فیها لیس یعجبنی النقل

میں مصیبتوں کے گھر (دنیا) میں مجبوری کی حالت میں آیا۔ اور اس میں ایسا کھو گیا کہ مجھے منتقل ہونا پسند نہیں۔

اعانی سرور الاقوام بمثلها
وادناس طبع لا یهذبه العقل

میں ایسی برائیاں جھیلتا ہوں جن کا کوئی مصلح نہیں ہے اور طبیعت کی میل کچیل صیقل کرنے سے صاف نہیں ہوتی۔

الا انما الدنیا منحوس لاهلها
فما فی زمان انت فیه سعود

آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک دنیا اس میں رہنے والوں کے لئے سخت منحوس ہے جس زمانے میں تم ہو اس میں کچھ خوش قسمتی نہیں ہے۔

لو کنتُ رائد قوم ظاعنین الی
دنیاك هذی لما اُلفیتُ کذابا

اگر میں کسی ایسی جماعت کا ناظم منازل ہوتا جو اس دنیا میں آنے والی ہوتی تو میں جھوٹ نہ بولتا۔

لقلت تلك بلاد نبتها سقمٌ!
وماؤها لعذب سمٌ للفتی ذابا

(اہل دنیا سے ان کے پاس آکر) کہتا کہ ان مقامات کی پیداوار بیماری ہے۔ اور میٹھا پانی ایسا زہر ہے جو انسان کو پانی کر دیتا ہے۔

هی العذاب فجدوا فی ترحلکم
الی سواها وخلوا الدار اعذابا

وہ (دنیا) عذاب ہے۔ تم لوگ اس کے سوا اور مقام کی طرف کوچ کرنے کی کوشش کرو۔ اس گھر (دنیا) کا خیال ترک کر دو۔

اب بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ معری جو تشاؤم کا دلدادہ ہے۔ وہ لوگوں کو تفاؤل و تشاؤم کے تمسک پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ تناقض کیسا۔ مگر درحقیقت اس میں تناقض نہیں ہے۔ معری کے نزدیک خیر و شر اور موت و حیات اور فقر و غنا سب چیزیں برابر ہیں۔ نہ کسی ایسی بھلائی سے جس کا ملنا اسے ممکن ہو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور نہ کسی ایسی برائی سے جو اسے پہنچ سکتی ہے غمگین ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ لوگوں کو تفاؤل و تشاؤم کے ترک کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ کہتا ہے:

لا تفرحن بفال ان سمعت به　　ولا تطیر اذا ما ناعب نعبا

تم کسی فال کو سن کر ہرگز خوش نہ ہو۔ اور جب کوّا بولے تو بدشگونی سمجھو۔

فالخطب الفظع من سراءٍ تاملها
والامر الیسر من ان تضمر الرعبا

اس لئے کہ ناگہانی امر زیادہ پریشان کن ہے، بہ نسبت اس خوشی کے جس کی تم امید رکھتے ہو۔ اور وہ امر (جس سے تم ڈرتے ہو) وہ زیادہ آسان ہے خوف کو دل میں جگہ دینے سے۔

اَسُررت اذمو السنیم تفاؤلا
والفال من رائی لعمرك فائل

کیا تو مسرور ہوا جبکہ دائیں طرف سے آنے والا گذرا نیک شگون سمجھ کر۔ اور میری رائے میں فال تیری زندگی کی قسم کمزور چیز ہے۔ (دائیں طرف سے گذرنے کو مبارک اور بائیں طرف سے لوگ منحوس سمجھتے ہیں)

ارایت فعل الدھر الی امم مضت
قبلا و مراج قبائل بقبائل

تم غور کرو کہ زمانہ کا پہلے گزرنے والی قوموں کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے۔ اور قبیلوں کی دوسرے قبیلے والوں سے کیسی مڈبھیڑ ہوئی ہے۔

یہ تشاؤم شدید معری کے لئے اس سے مانع نہیں بنا کہ وہ لوگوں کو عمل خیر و اخلاق کریمہ پر آمادہ کرے۔ کیونکہ وہ خصوصی طور پر تشاؤم کا اہتمام نہیں کرتا تھا۔ جبکہ وہ اپنے ہاتھ کو مال وجاہ اور لذت دنیوی کے طلب سے جھاڑ چکا تھا۔ بلکہ اس نے چاہا کہ انسان اپنے نفس کو خلق بلند کا نمونہ اور عدل کی مثال بنالے۔ لوگوں سے اور لوگوں سے حاصل ہونے والی چیزوں سے مثلاً شکریا توجہ یا خوش ہونے سے صرف نظر کرے۔

معری کا اعتقاد ہے کہ فرائض دینیہ کے لئے شکل اور روح ہے۔ وہ شکل کے ترک کا داعی نہیں ہے، لیکن روح کو شکل پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ اسے ناپسند کرتا ہے کہ دین اور علم میں بے فائدہ بحث و جدال کی جائے۔ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ فرض شکلی میں ایسا انہماک ہو کہ جس سے دوسرے فروض وحقوق دینیہ جس سے نفع اجتماعی ہوتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ و صدقات متروک ہو جائیں۔ وہ اس عبادت شکلیہ کو بے فائدہ سمجھتا ہے جس کا نتیجہ شر یا ضرر ہو

اذا رام کیدا بالصلوٰۃ مقیمھا
فتارکھا عمدا الی اللہ اقرب

جو لوگوں سے سوال کرتا ہے تو وہ لوگ اسے محروم کر دیتے ہیں۔ اور اللہ سے سوال کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔

معری معجزات وکرامات کا منکر تھا۔ انبیاء ورسل کے متعلق اس کے خیالات صحیح نہ تھے۔ فقہاء صوفیہ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا عقلی دلائل کو دینی براہین پر ترجیح دیتا تھا۔ انھیں وجوہ سے بعض علماء نے اس پر کفر و زندقہ کا حکم جاری کیا۔ یہ سب باتیں اس کے کلام کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہیں۔ اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے:

واذا اتتك مذمتی من ناقص

فھی الشھادة لی بانی کامل

جب تجھ سے کوئی کم علم میری برائی بیان کرے تو یہ امر میرے کامل ہونے کی گواہی ہے۔ (فاران)

مطبوعاتِ بزمِ اقبال

مجلۂ اقبال۔ مدیر: ایم۔ایم۔شریف۔بشیر احمد ڈار

سہ ماہی اشاعت۔ دو انگریزی۔ دو اُردو شماروں میں قیمت سالانہ دس روپے۔ صرف اُردو یا انگریزی پانچ روپے

میٹا فزکس آف پرشیا	مصنفہ علامہ اقبال	۵ ۔ ۔
امیج آف دی ویسٹ اِن اقبال	مصنفہ مظہر الدین صدیقی	۲ ۔ ۔
اقبال اینڈ وائلٹزم	مصنفہ بشیر احمد ڈار	۶ ۔ ۔
ذکرِ اقبال	مصنفہ مولانا عبد المجید سالک	۵ ۔ ۔
اقبال اور ملا	مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم	۔ ۱۲ ۔
مکاتیبِ اقبال	بنام خان محمد نیاز الدین خان مرحوم	۱ ۴ ۔
تقاریر یوم اقبال	۱۹۵۴	۱ ۴ ۔
علامہ اقبال	مترجمہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱ ۸ ۔
فکرِ اقبال	ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم	۱۰ ۔ ۔

ملنے کا پتہ: سکریٹری بزمِ اقبال۔ نرسنگداس گارڈن۔ لاہور

[illegible] — مطبوعہ [illegible] اسلامیہ پریس لاہور — مقام اشاعت [illegible] لاہور